اُردو کی پہلی کِتاب



سِندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو

اُردو کی پہلی کِتاب



سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دُعا

یارَب! تو ہے سَب کا آقا
سَب کا مالِک سَب کا داتا

تُو نے کِیا اِنسان کو پَیدا
تُو نے کِیا حیوان کو پَیدا

پھُول اَور پودے چاند اَور تارے
تُو نے کِیے ہیں پَیدا سارے

راتیں دِیں آرام کو تُو نے
بَخشے ہیں دِن کام کو تُو نے

سَب پر رحمت تو نے کی ہے
عِزّت دی ہے دَولت دی ہے

ہم پر بھی اب رحمت کر دے
عِلم سے یارَب! دامن بھر دے

شفیق کوٹی

تیار کردہ :- سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو سندھ
منظور شدہ :- محکمۂ تعلیم بطور واحد درسی کتاب برائے مدارسِ صوبۂ سندھ۔

نظرِ ثانی

ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی

ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی

تدوینِ نو

ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی

محمد ناظم علی خاں ماتلوی

مطبع :- سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ پرنٹنگ پریس جام شورو

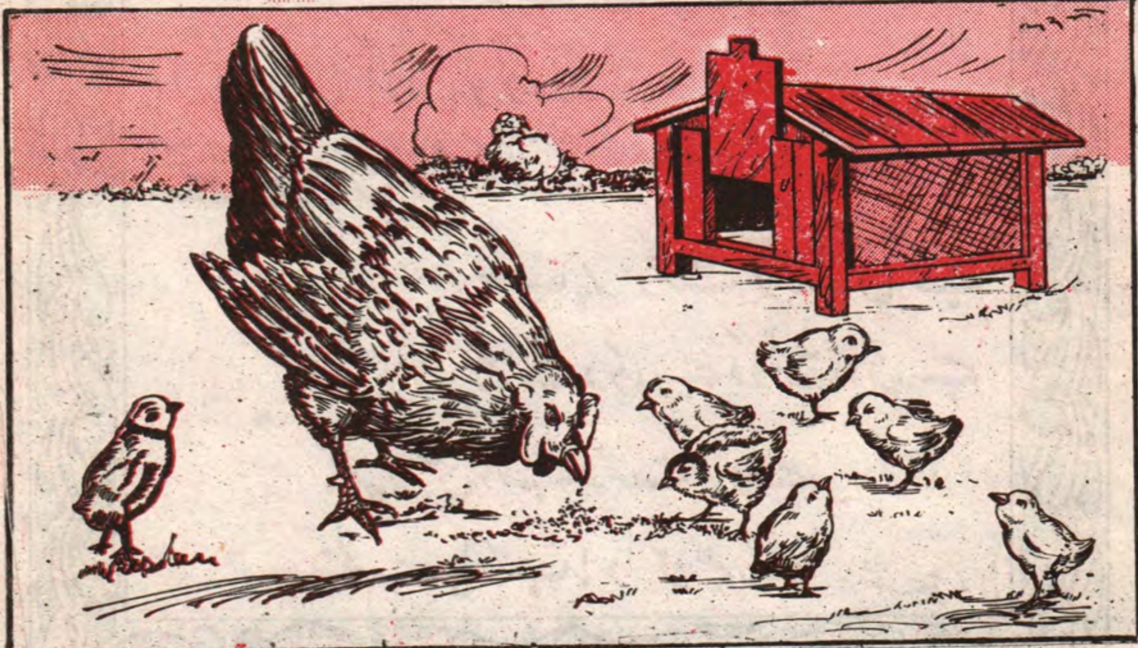
میرا نام ------------------- ہے۔

یہ میری اُردُو کی پہلی کتاب ہے۔

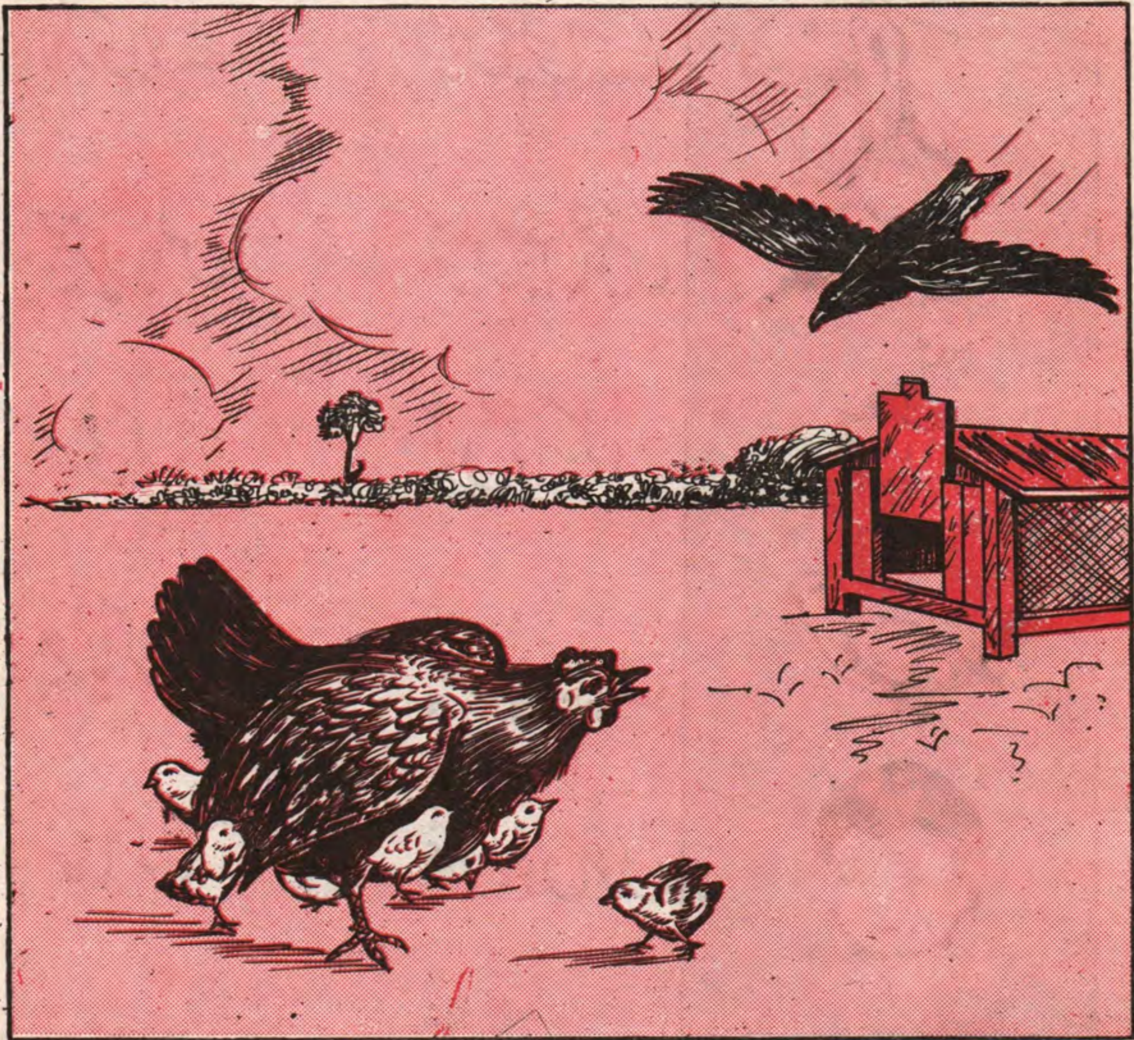
فہرست

مُرغی

صُبح ہُوئی ۔ دادی اَمّاں نے مُرغی کا ڈربا کھولا۔ ڈربے سے مُرغی نِکلی ۔ مُرغی کے ساتھ اُس کے بچّے بھی نِکل آئے ۔ مُرغی کُٹ کُٹ کرتی آگے بڑھی۔ آنگن میں آئی ۔ بچّے بھی چُوں چُوں کرتے اُس کے پیچھے ہولیے۔ دادی اَمّاں نے اُن کو دانہ ڈالا ۔ مُرغی اور بچّے دانہ چُگنے لگے ۔



اِتنے میں ایک چِیل نظر آئی۔ مُرغی نے ایک دَم کوَں کوِں کیا۔ بچّے مُرغی کی طرف دَوڑے۔ مُرغی نے اُنھیں اپنے پَروں میں چھُپا لیا۔



بولِیاں



طوطا بولَے ٹَیں ٹَیں ٹَیں

بَکری بولَے مَیں مَیں مَیں

بھیڑیں بولَیں بھَیں بھَیں بھَیں

مُرغی کرتی کُوں کُوں کُوں

چِڑیا کرتی چُوں چُوں چُوں

نَنّھا کرتا غُوں غُوں غُوں

صُوفی غُلام مُصطفےٰ تبسّم

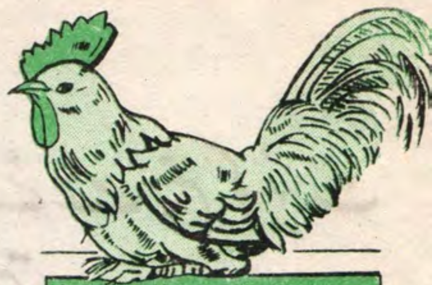
گائے

یہ رَحیم کی گائے ہے۔ گائے سے ہم کو بُہت سے فائدے ہیں۔ یہ دُودھ دیتی ہے۔ دُودھ سے ہم دَہی، مکّھن اور گھی بناتے ہیں۔



گائے کے پاس اُس کا بچھڑا کھڑا ہے۔ بچھڑا بڑا ہو جائے گا۔ تو بَیل کہلائے گا۔ بَیل سے کِسان ہَل چلائے گا اور اَناج اُگائے گا۔

سِیانا مُرغا



شام کا وَقت تھا۔ ایک مُرغا دیوار پر بیٹھا تھا۔ اُدھر سے ایک بِلّی گزری۔ بِلّی بہُت بھُوکی تھی۔ مُرغے کو دیکھ کر اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ اُس نے دِل میں کہا، کیَسا اچھّا مُرغا ہے۔ اِس کے مَزے دار گوشت سے پیٹ بھَرنا چاہیے۔

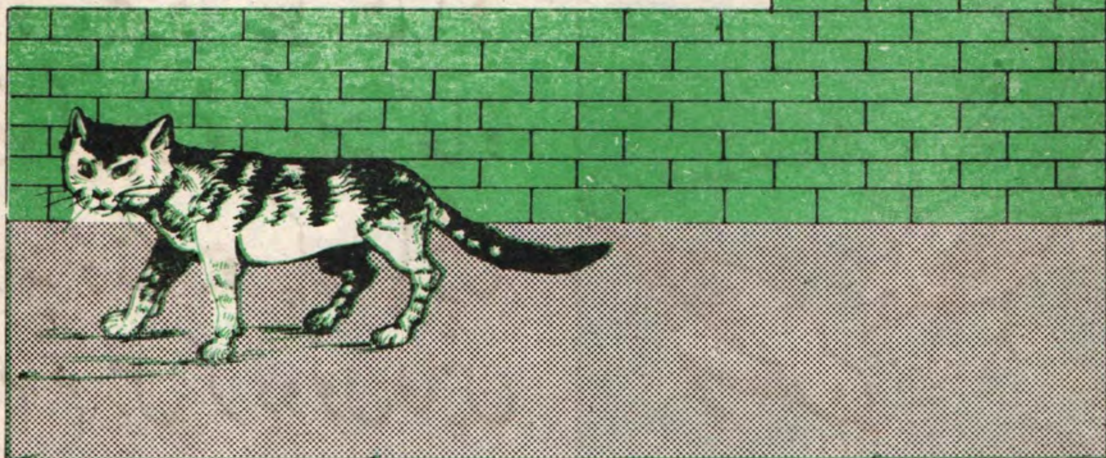




یہ سوچ کر بِلّی نے مُرغے سے
کہا، بھائی مُرغے! آؤ ذرا مِل کر
سَیر کو چلیں۔



مُرغا بِلّی کی چالاکی کو سمجھ گیا اور
بولا "بی بِلّی! مجھے مُعاف کرو۔ میں
بُہت تھک گیا ہوں۔ اَب تو آرام
کر رہا ہوں۔
بِلّی شرما کر چل دی۔



اچھّی چِڑیا



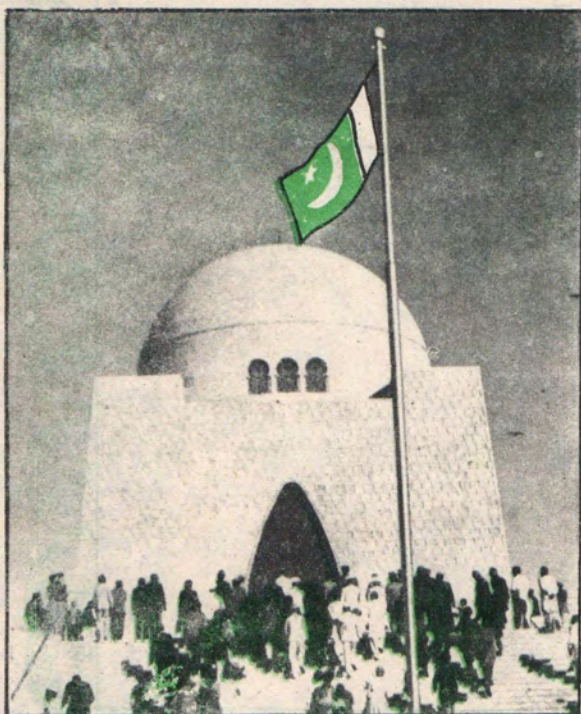
ایک تھی اچھّی چِڑیا پیاری
دانہ چُگتی تھی بے چاری
دُوسری چِڑیا اُڑ کر آئی
بھُوکی پیاسی تھی بے چاری
اَچھّی چِڑیا نے جو دیکھا
اُس کو اَپنے پاس بُلایا
آؤ میری پیاری آؤ
بھُوکی ہو تو دانہ کھاؤ
دانہ دُنکا جو کُچھ پائیں
ہم تُم مِل کر دونوں کھائیں



کراچی کی سیر

میں پچھلی چھٹّیوں میں کراچی کی سَیر کے لیے گیا تھا۔ کراچی پاکِستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ ہمارے صُوبے کا صَدر مَقام بھی ہے۔

کراچی سَمندر کے کِنارے آباد ہے۔ اِس لیے یہاں نہ سَردی زیادہ پڑتی ہے نہ گرمی۔ کراچی کی بَندرگاہ دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہاں کا ہَوائی اڈّا بھی بہُت بڑا ہے۔ لوگ دُور دُور سے کراچی کی سَیر کے لِیے آتے ہیں۔ کیماڑی، کلِفٹن، چڑیا گھر، عجائب گھر اور قائدِ اعظمؒ کا مزار دیکھنے جاتے ہیں۔



کہنا بڑوں کا مانو

اے بھولے بھالے بچّو!
کہنا بڑوں کا مانو!

ماں باپ اور بڑوں کا
مانا نہ جس نے کہنا

مُمکن نہیں جہاں میں
عِزّت سے اُس کا رہنا

گر چاہتے ہو عِزّت
کہنا بڑوں کا مانو

تم کو خبر نہیں کچھ
اَپنے بُرے بھلے کی

چاہو اگر بڑائی
کہنا بڑوں کا مانو

مولانا الطاف حسین حاؔلی

میری باجی

میری باجی کا نام شاذی ہے ۔ وہ صُبح سوَیرے اُٹھتی ہیں۔ وُضُو کرکے نماز پڑھتی ہیں۔



ناشتے کی تیّاری میں امّی کی مَدد کرتی ہیں۔ جب میں مُنّہ ہاتھ دھولیتا ہوں میرے ساتھ ناشتا کرتی ہیں۔



اِس کے بَعد وہ کپڑے بَدل کر اِسکول چلی جاتی ہیں۔



جب اِسکول سے
واپس آتی ہیں تو پہلے
کھانا کھاتی ہیں۔ کُچھ دیر
آرام کر کے اِسکول کا
کام کرتی ہیں۔ پھر مجُھے
پڑھاتی ہیں۔ رات کو اچھّی اچھّی کہانیاں سُناتی ہیں۔



صُبح اَذان کے
وقت جگا دیتی ہیں۔
شاذی باجی کِتنی
اَچھّی ہیں۔

پاکِستان کا جھنڈا

ایک بار چَندا ماموں کا جی چاہا کہ زَمین کی سیَر کریں ۔ وہ آسمان سے زَمین کی طَرف چَلے ۔ اُن کے ساتھ ایک تارا بھی ہو لِیا ۔

دونوں زمین پر خُوب گھُومے پھِرے ۔ زمین اُنھیں بہُت اچھّی لگی ۔ اُنھوں نے سوچا یہیں رہ جائیں ۔



سامنے ایک اونچا سا جَھنڈا نظر آیا ۔ یہ جھنڈا اُنھیں بہُت پَسند آیا ۔ اِس پر اُنھوں نے اَپنا گھر بَنا لِیا ۔ کیا آپ جَانتے ہیں کہ یہ کِس مُلک کا جھَنڈا ہے ؟

یہ جھَنڈا ہمارے پاکِستان کا ہے ۔

جاڑا آیا



جاڑا دُھوم مچاتا آیا
کپڑے گرم پہناتا آیا

کیَسی ہَوا ہے، فَر فَر، فَر فَر
کانْپتے ہیں سَب تھَر تھَر، تھَر تھَر

چھُپ جاتا ہے سُورج جَلدی
لگتی ہے اُس کو بھی سَردی

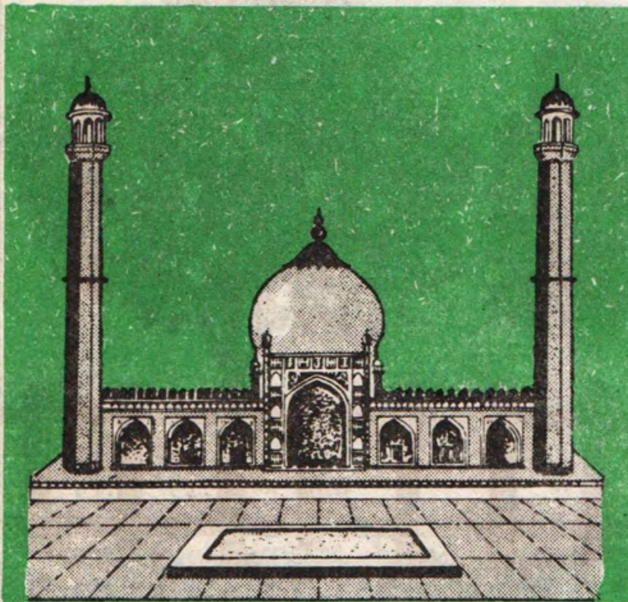
ہا ہا، ہا ہا، ہی ہی، ہی ہی
ہُو ہُو، ہُو ہُو، سی سی، سی سی

ہائے رے سَردی، ہائے رے سَردی
سارے بدَن میں بَرف سی بھَر دی

شفیع الدین نیّر

مَسجِد

ہمارے اِسکول کے راستے میں ایک مَسجِد ہے۔ یہ مَسجِد بُہت خوُب صُورت ہے۔ اِس میں دو اُونّچے اُونّچے مِینار ہیں۔ بِیچ میں ایک بڑا گُنبّد ہے۔

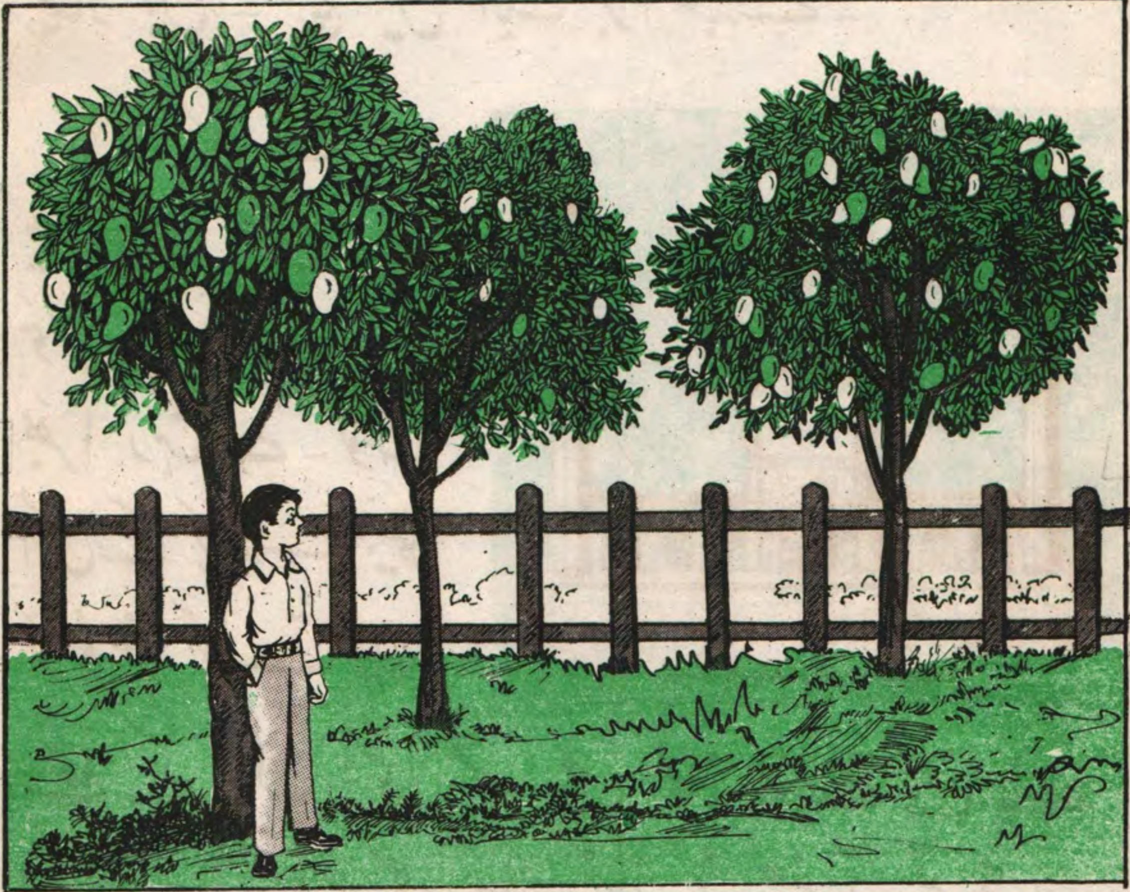


مسجد کے صِحن میں ایک حَوض ہے۔ حَوض میں صاف پانی بھَرا رہتا ہے۔ لوگ اُس کے کِنارے بَیٹھ کر وُضوُ کرتے ہیں۔

مُحلّے کے لوگ اِسی مَسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ ہمارے اَبُّو اور بھائی جان بھی یہاں نماز پڑھنے آتے ہیں۔

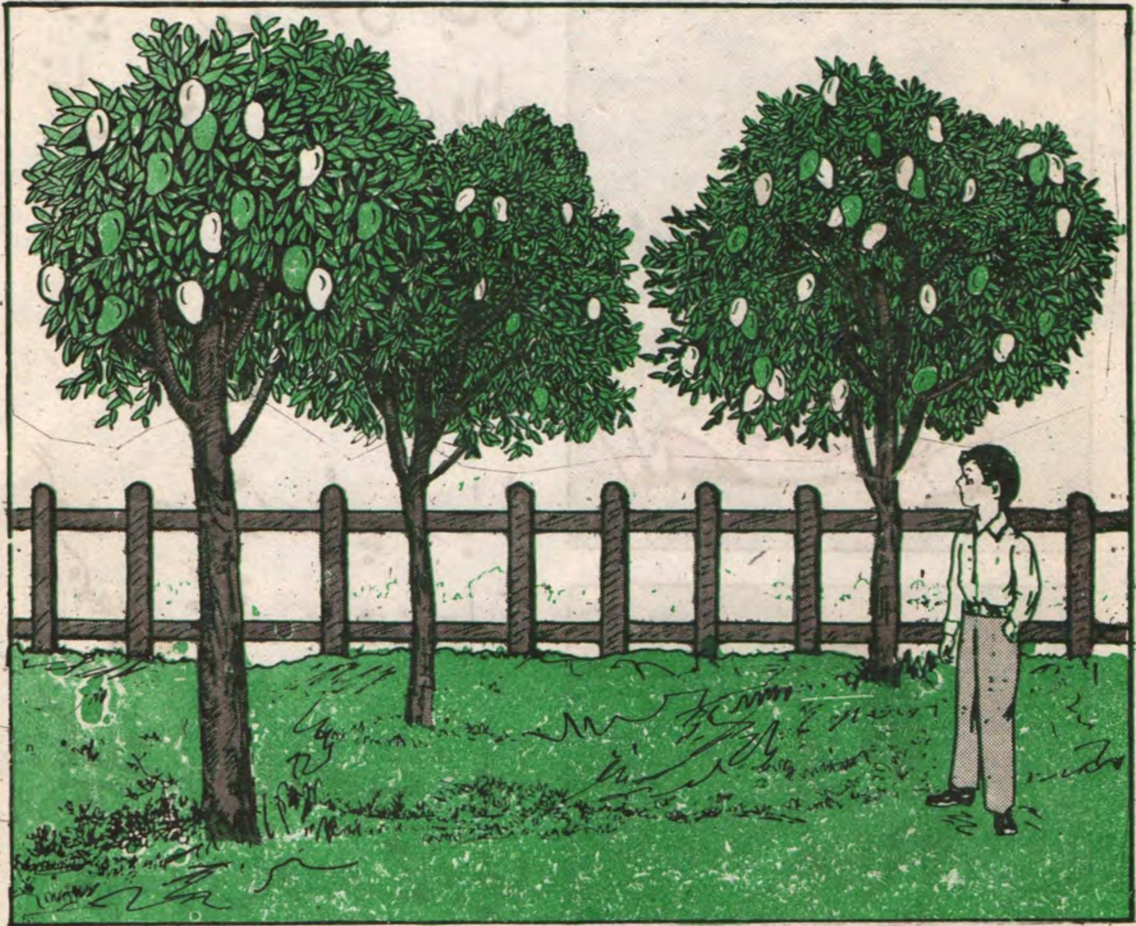
آم کا باغ

ایک دِن جاوید آم کے باغ میں گیا۔ پیڑوں پر چھوٹے بڑے بُہت سے آم لگے تھے۔ کچھ آم پَکّے تھے، کُچھ کچّے۔



پَکّے آم جاوید کو دیکھ کر بولے۔

آؤ! ہماری طرف آؤ۔ ہم میٹھے بھی ہیں
اور رَس دار بھی۔ دِل چاہے کھاؤ، دِل چاہے
اپنے ساتھ لے جاؤ۔



کچّے آم بولے۔
ہم بھی بڑے کام کے ہیں۔ گھر لے جاؤ،
اَچار ڈالو، چٹنی بناؤ اور مزے سے کھاؤ۔

میری گُڑیا



گُڑیا میری بھولی بھالی
نِیلی نِیلی آنکھوں والی

گود میں لو تو آنکھیں کھولے
مِیٹھی مِیٹھی بولی بولے

گود سے اُترے چُپ ہو جائے
آنکھیں مُونْدے اور سو جائے



کھیلتے دیکھا، سوتے دیکھا
کبھی نہ اِس کو روتے دیکھا

مُجھ سے کھیلے آنکھ مچولی
گُڑیا ہے میری ہم جولی

طارق مامُون احمد

سچّی دوستی

بُہت دِنوں کی بات ہے۔ کِسی گاؤں میں دو آدمی رہتے تھے۔ ایک لنگڑا تھا اور دُوسرا اَندھا۔



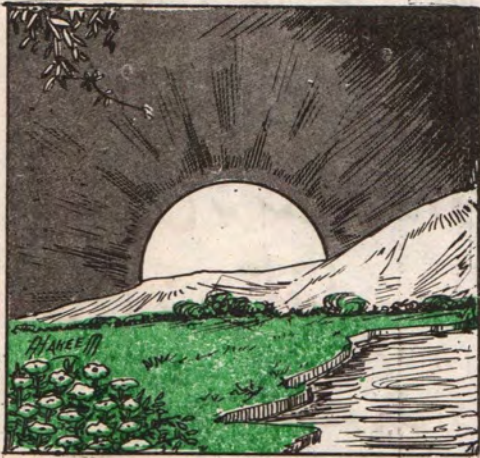
دونوں میں گہری دوستی تھی۔

ایک بار اُس گاؤں میں آگ لگ گئی۔ گاؤں کے لوگ جان بچا کر بھاگے۔ اَندھا اور لنگڑا دونوں پریشان تھے کہ کیا کریں۔ ایک چل نہ سکتا تھا۔ دُوسرے کو دِکھائی نہ دیتا تھا۔

اَندھے نے کچھ دیر سوچا، پھر لنگڑے کو پیٹھ پر لاد لیا۔ لنگڑا راستہ بتاتا گیا۔ اندھا بھاگتا گیا۔ اِس طرح دونوں نے اپنی جان بچالی۔

صُبح کا وَقت





اُٹھو بیٹا، آنکھیں کھولو
بِستر چھوڑو اور مُنّہ دھو لو

اِتنا سونا، ٹھیک نہیں ہے
وَقت کا کھونا، ٹھیک نہیں ہے

سُورَج نِکلا، تارے بھاگے
دُنیا والے سارے جاگے

پھُول کِھلے خُوش رَنگ رَنگیلے
سُرخ، سفید اور نِیلے پِیلے

تم بھی اُٹھ کر باہر جاؤ
اَیسے وَقت کا لُطف اُٹھاؤ

شفیع الدّین نَیّر

پانی



وُہ دیکھو! مالی پَودوں کو پانی دے رہا ہے۔ پانی نہ دیا جائے تو پَودے سُوکھ جاتے ہیں۔ یہی حال اِنسان کا ہے اور یہی حیَوان کا۔ پانی کے بغیر کوئی زِندہ نہیں رہ سکتا۔



پانی سے ہم کئی طرَح کے کام لیتے ہیں۔ ہم اِس سے نہاتے ہیں، اِسے پیتے ہیں۔ اِس سے مُنہ ہاتھ اَور کپڑے دھوتے ہیں۔ کھانا پکانے کے کام میں بھی لاتے ہیں۔



سچ یہ ہے کہ پانی ہماری زِندگی کے لِیے بہُت ضرُوری ہے۔

سِیانا کوّا

ایک کوّا بہُت پیاسا تھا۔ وہ پانی کی تلاش میں نِکلا۔ اُس کو پانی کا ایک گھڑا دِکھائی دیا۔



کوّا گھڑے کے پاس گیا۔ اُس نے اپنی چوَنچ گھڑے میں ڈالی لیکن چوَنچ پانی تک نہ پہنچ سکی۔





اَب کوّے کو ایک بات سُوجھی۔ وہ کنکر اُٹھا اُٹھا کر لایا اَور گھڑے میں ڈالتا گیا۔ ذرا سی دیر میں پانی اِتنا اُوپر آگیا کہ اُس کی چونچ آسانی سے پانی تک پہنچ گئی۔



کوّا بُہت خُوش ہُوا اور جی بھر کر پانی پیا۔



دُعا

میرے خُدا، میرے خُدا
تُو ہے بڑا، سَب سے بڑا

تُو نے مجُھے پیَدا کِیا
تُو نے مجُھے سَب کچُھ دیا

اِس بات کی توفِیق دے
کرتا رہُوں سَب کا بھَلا

ہر ایک کی خِدمَت کروں
ہر اِک کے کام آؤں سَدا

نیکی کا ہے جو راستہ
وُہ راستہ مجُھ کو دِکھا

تیار کردہ :- سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ ، جام شورو سندھ
منظور شدہ :- محکمۂ تعلیم بطور واحد درسی کتاب برائے مدارس صوبۂ سندھ۔
قومی کمیٹی برائے جائزۂ کتبِ نصاب کی تصحیح شدہ

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد
پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال

28436

تاریخ اشاعت	ایڈیشن نمبر	تعداد اشاعت	قیمت
جولائی ۱۹۸۸ء	تیسرا	۱,۰۰۰۰۰	۸۰ - ۲

پڙهندڙ نَسُل . پَ نَ

The Reading Generation

1960 جي ڏهاڪي ۾عبدالله حسين " اُداس نسلين" نالي ڪتاب لکيو. 70 واري ڏهاڪي ۾ وري ماڻڪَ "لُڙهندڙ نَسُل" نالي ڪتاب لکي پنهنجي دورَ جي عڪاسي ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي. امداد حُسينيءَ وري 70 واري ڏهاڪي ۾ئي لکيو:

انڌي ماءُ ڄڻيندي آهي اونڌا سونڌا ٻارَ
ايندڙ نسل سَمورو هوندو گونگا ٻوڙا ٻارَ

هر دور جي نوجوانن کي اُداس، لُڙهندڙ، ڪَڙهندڙ، ڪُڙهندڙ، ٻَرندڙ، ڄُرندڙ، ڪِرندڙ، اوسيئڙو ڪَندڙُ، ياڙي، ڪاٺُو، ياجوڪڙُ، ڪاوڙيل ۽ وِڙهندڙ نسلن سان منسوب ڪري سَگهجي ٿو، پَر اسان اِنهن سيني وِچان "پڙهندڙ" نسل جا ڳولائو آهيون. ڪتابن کي ڪاڳر تان کڻي ڪمپيوُٽر جي دنيا ۾ آڻڻ، بين لفظن ۾ برقي ڪتاب يعنى e-books ناهي ورهائڻ جي وسيلي پڙهندڙ نسل کي وَڌڻَ، ويجهَڻ ۽ هِڪَ ٻِئي کي ڳولي سَهڪاري تحريڪ جي رستي تي آڻِڻَ جي آسَ رکون ٿا.

پَڙهندڙ نَسل (پَ نَ) ڪا بہ تنظيمَ ناهي. اُنَ جو ڪو بہ صدر، عُهديدار يا پايو وِجهندڙ نہ آهي. جيڪڏهن ڪو بہ شخص اهڙي دعوىٰ ڪري ٿو تہ پَڪَ ڄاڻو تہ اُهو ڪُوڙو آهي. نہ ئي وري پَ نَ جي نالي ڪي پئسا گڏ ڪيا ويندا. جيڪڏهن ڪو اهڙي ڪوشش ڪري ٿو تہ پَڪَ ڄاڻو تہ اُهو بہ ڪُوڙو آهي.

جهڙيءَ طرح وڻن جا پنَ ساوا، ڳاڙها، نيرا، پيلا يا ناسي هوندا آهن اهڙيءَ طرح پڙهندڙ نسُل وارا پنَ به مختلِف آهن ۽ هوندا. اُهي ساڳئي ئي وقت اُداس ۽ پڙهندڙ، پرندڙ ۽ پڙهندڙ، سُست ۽ پڙهندڙ يا وِڙهندڙ ۽ پڙهندڙ به ٿي سگهن ٿا. بين لفظن ۾ پنَ ڪا خُصوصي ۽ تالي لڳل ڪِلب Exclusive Club نه آهي.

ڪوشش اها هوندي ته پنَ جا سڀ ڪم ڪار سَهڪاري ۽ رَضاڪار بنيادن تي ٿين، پر ممڪن آهي ته ڪي ڪم اُجرتي بنيادن تي به ٿِين. اهڙي حالت ۾ پنَ پاڻ هِڪَبِئي جي مدد ڪَرڻ جي اُصولَ هيٺ ڏي وَٺُ ڪندا ۽ غيرتجارتي non-commercial رهندا. پَنَن پاران ڪتابن کي ڊِجيٽائِيز digitize ڪرڻ جي عَملَ مان ڪو به مالي فائدو يا نفعو حاصل ڪرڻ جي ڪوشش نه ڪئي ويندي.

ڪتابن کي ڊِجيٽائِيز ڪرڻ کان پو ٻيو اهم مرحلو وِرهائڻ distribution جو ٿيندو. اِهو ڪم ڪرڻ وارن مان جيڪڏهن ڪو پيسا ڪمائي سگهي ٿو ته ڀلي ڪمائي، رُڳو پَنَن سان اُن جو ڪو به لاڳاپو نه هوندو.

پَنَن کي کُليل اڪرن ۾ صلاح ڏجي ٿي ته هو وَسَ پٽاندڙ وڌ کان وَڌ ڪتاب خريد ڪري ڪتابن جي ليکڪَن، ڇپائيندڙن ۽ ڇاپيندڙن کي هِمٿائِن. پر ساڳئي وقت عِلم حاصل ڪرڻ ۽ ڄاڻ کي ڦهلائڻ جي ڪوشش دوران ڪَنهن به رُڪاوٽ کي نه مڃن.

شيخ اَيازَ علمَ، ڄاڻَ، سمجهہَ ۽ ڏاهپَ کي گيتَ، بيتَ، سِٽَ، پُڪارَ سان تَشبيهہ ڏيندي انهن سيني کي بَمن، گولين ۽ بارودَ جي مدِ مقابل بيهاريو آهي. اياز چوي ٿو تہ:

گيتَ بہِ ڄڻ گوريلا آهن، جي ويريءَ تي وار ڪَرن ٿا.

... ...

جئن جئن جاڙ وڌي ٿي جَڳَ ۾، هو بوليءَ جي آڙ ڇُپن ٿا؛

ريتيءَ تي راتاها ڪن ٿا، موٽي مَنجهہِ پهاڙ ڇُپن ٿا؛

... ...

ڪالههَ هُيا جي سُرخ گُلن جيئن، اڄڪلهہ نيلا پيلا آهن؛

گيتَ بہِ ڄڻ گوريلا آهن........

... ...

هي بيتُ اَٿي، هي بَمر- گولو،

جيڪي بہ ڪٽين، جيڪي بہ ڪٽين!

مون لاءِ ٻنهي ۾ فَرَقُ نہ آ، هي بيتُ بہ بَمَر جو ساٿي آ،

جنهن رِڻَ ۾ رات ڪَيا راڙا، تنهن هَڏَ ۽ چَمَ جو ساٿي آ -

اِن حسابَ سان اڻڄاڻائي کي پاڻَ تي اِهو سوچي مَڙهڻ تہ ”هاٿي ويڙهہ ۽ عمل جو دور آهي، اُن ڪري پڙهڻ تي وقت نہ وڃايو“ ناداني‌ءَ جي نشاني آهي.

پَنَن جو پڙهڻ عام ڪِتابي ڪيڙن وانگر رُڳو نِصابي ڪتابن تائين محدود نہ هوندو. رڳو نصابي ڪتابن ۾ پاڻ کي قيد ڪري ڇڏڻ سان سماج ۽ سماجي حالتن تان نظر ڪڄي ويندي ۽ نتيجي طور سماجي ۽ حڪومتي پاليسيون policies اڻڄاڻن ۽ نادانن جي هٿن ۾ رهنديون. پَنَ نِصابي ڪتابن سان گڏوگڏ ادبي، تاريخي، سياسي، سماجي، اقتصادي، سائنسي ۽ ٻين

ڪتابن ڪي پڙهي سماجي حالتن ڪي بهتر بنائڻ جي ڪوشش ڪندا.

پڙهندڙ نَسُل جا پَنَ سيني ڪي **چو، چالاءِ ۽ ڪينئن** جهڙن سوالن ڪي هر بَيانَ تي لاڳو ڪرڻ جي ڪوٺَ ڏين ٿا ۽ انهن تي ويچار ڪرڻ سان گڏ جوابَ ڳولڻ ڪي نہ رڳو پنهنجو حق، پر فرض ۽ اٽتر گهرج unavoidable necessity سمجهندي ڪتابن ڪي پاڻ پڙهڻ ۽ وڌ کان وڌ ماڻهن تائين پهچائڻ جي ڪوشش جديد ترين طريقن وسيلي ڪرڻ جو ويچار رکن ٿا.

توهان بہ پڙهڻ، پڙهائڻ ۽ ڦهلائڻ جي اِن سهڪاري تحريڪ ۾ شامل ٿي سگهو ٿا، بَس پنهنجي اوسي پاسي ۾ ڏِسو، هر قسم جا ڳاڙها توڙي نيرا، ساوا توڙي پيلا پن ضرور نظر اچي ويندا.

وڻ وڻ ڪي مون ڀاڪي پائي چيو تہ ”منهنجا ڀاءُ
پهتو منهنجي من ۾ تنهنجي پَنَ پَنَ جو پڙلاءُ“.
- اياز (ڪلهي پاتم ڪينرو)